

URDU – AN IMITATION OF THE NAZM-AL-QURAN IN THE JURISPRUDENTIAL STRUCTURE OF SUNAN
TIRMIDHI

سنن ترمذی کے فقہی مباحث میں نظم قرآن کی ایک جھلک - URDU

Saima Malik

PhD Research Scholar, Department of Islamic Studies and Arabic, Govt. College University - Faisalabad,
Pakistan

Dr. Muhammad Hamid Raza

Assistant professor, Department of Islamic Studies and Arabic, Govt. College University - Faisalabad,
Pakistan

ABSTRACT

The term "Nazm al Quran" refers to " coherence of the Holy Quran". According to Mufti Muhammad Taqi Usmani, two school of thought exist about the theory of "Nazm-e-Quran". One group claims that as the Quran was revealed gradually over a period of 23 years and its instructions encompass a range of situations and events that were unfolding during that time, there is no need to search for any specific order or coherence in this Holy Book. Every verse of Quran has an individual chapter or discussion in it. According to these scholars, the real beauty lies in its natural disorder as it exists in the natural scenes that we see all around us e.g undulating rivers and valleys in different land scapes on earth, blossoming flowers, mountains of various sizes and heights, and other wonders of nature. This natural disorderliness is not leading to create and claim any defect of Holy Quran. Whereas the other group of scholars holds the view that the Quran is a well-organized book with its chapters being strongly coherent from the beginning till the end. As per their opinion disorderliness is a defect of any book and for Holy Quran it is out of question. It is because of a lack of reflection and a lack of pondering over the book that many fail to realize the relation between its chapters and themes. If we understand this aspect of the holy Quran, it opens doors to a completely new level of understanding about the intent and message of this book. When we go through the Quran in depth and ponder, we find coherence and co-ordinated system between and within the surah. All verses of the Quran are connected to each other.

In the present study, we have drawn parallels from this aspect of Nazm Al Quran with the methodology adopted by Imam Tirmidhi in his book "Sunan Tirmzi". The study reveals that the noble Imam has tried to imitate the system of Nazm of Quran. We see its glimpses through the connection in the titles, placement of ahadiths in the chapters, organization of chapters, inclusion of sayings of the companions, Tab'een and T'ba Tab'een, organization of ahadees al-ahkam, Trajm-e-abwab and other aspects. This methodology assists readers in understanding the fiqhi/deeni commands in a useful manner. Our analytical study will

present examples of the above-mentioned aspects from "Abwabul taharah to Abwabul jnaiz" of Sunan Tirmzi.

Key words: Sunan tirmzi, Nazm-e-quran, Trajm-e-abwab, Ahadees, Fiqhi opinions.

قرآن حکیم مکمل طور پر ایک مربوط و منظم کلام ہے۔ جس کے سیاق و سباق، حروف و الفاظ، کلمات و عبارات، سورتوں، پاروں اور منزلوں کا ایک شائستہ اور خوبصورت متناسق نظام ہے۔ ہر سورت کا ماقبل و مابعد سے مربوط تعلق ہے اور آیات کی تقدیم و تاخیر بھی خاص مقصد و معنی رکھتی ہے۔ جیسا کہ مولانا کے نظریہ پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: حمید الدین فراہی نظم قرآن

”مرا دنا بالنظام ان تكون السورة كاملا واحدا ثم تكون ذات مناسبة بالسورة السابقة

واللاحقة أو بالتالي قبلها أو بعدها على بعد ما، كما قدمنا في نظم الآيات بعضها على بعض

فكما ان الآيات ربما معترضة فكذلك ربما تكون السور معترضة وعلى هذا الأصل

تري القرآن كلاما واحدا إذا مناسبت وترتيب في أجزائه من الاول الى الآخر“ (۱)

(نظام سے ہماری مراد یہ ہے کہ قرآن کی ایک مکمل سورت اس طرح ہو کہ اس کا اپنے سے پہلے اور بعد والی سورت سے ایک مربوط تعلق ہو۔۔ جیسا کہ یہ بات ہم نے آیات کے مابین ربط کی بحث میں بیان کی ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات جس طرح آیات کے درمیان اختلاف نظر آتا ہے اسی طرح قرآنی سورتوں کے مابین بھی نظر آتا ہے۔ لیکن اصول ربط کے تناظر میں اگر پورا قرآن دیکھا جائے تو وہ کلام واحد کے طور پر نظر آتا ہے۔ جس کے اجزاء میں اول تا آخر ایک مناسبت اور ترتیب ہے۔)

اس نظریہ نظم القرآن کے حوالے سے چند امثلہ کی نشاندہی حسب ذیل ہے:

*مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کے باہمی ربط اور تعلق کو واضح کرتے ہوئے مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں کہ ان دونوں سورتوں میں وہی تعلق ہے جو دعاء اور اس کے جواب/اس کی قبولیت کے مابین ہوتا ہے۔ سورۃ الفاتحہ میں ”اهدنا الصراط المستقیم... ولا الضالین“ (۲) کے الفاظ میں جو دعاء ہدایت مانگی گئی، اس کا جواب سورۃ البقرہ کے آغاز میں ”ذلک الکتب لاریب فیہ ہدی للمتقین“ (۳) کے الفاظ میں دیا گیا کہ لو یہ پورا قرآن ہی تمہارے لئے ہدایت کے طور پر سامنے آچکا ہے۔ (۴)

*پھر سورۃ الکوتر کی آیات کے مابین بھی ایک خوبصورت اور لطیف نسبت مفتی محمد شفیع صاحب کی تفسیر کی روشنی میں واضح ہوتی ہے۔ کہ پہلی آیت ”انا اعطینک الکوتر“ (۵) میں حضرت محمد ﷺ کے حوالے سے بمقتضائے حوصلہ/تسلّی، عطیہ کوثر کا ذکر ہے جو جنت کا حوض بھی ہے اور ہر خیر کثیر کو بھی شامل کرتا ہے۔ بعد ازاں اس سب سے بڑی نعمت کے شکر کے لئے آپ ﷺ کو دوسری آیت ”فصل لربک وانحر“ (۶) میں سب سے بڑی عبادت، ”

نماز کے اہتمام کا حکم ملا۔ اور تکمیل شکر کی خاطر جسمانی عبادت کے ساتھ ساتھ مالی عبادت کی بھی ہدایت دی گئی۔ یعنی اپنے رب کے لئے ہی نماز پڑھیے اور اسی کے نام کی قربانی دیجیئے۔ (۷)

* اسی طرح قرآن حکیم کی ابتداء و انتہا میں موجود لطیف معنوی ربط پر خوبصورتی سے تبصرہ کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں کہ قرآن کا آغاز اللہ نے سورۃ الفاتحہ سے کیا جس کا خلاصہ اللہ کی حمد و ثناء، اس سے طالبِ مدد ہو نا اور صراطِ مستقیم کی توفیق مانگنا ہے۔ چونکہ اللہ کی مدد اور صراطِ مستقیم، دونوں میں انسان کی دینی و دنیاوی کامیابی کا راز مضمر ہے، اس لئے ان چیزوں کے حصول کے راستے میں اور حصول کے بعد ان کے استعمال میں شیطانی مکر اور وسوسوں کا جال ہر قدم پر بچھا رہتا ہے۔ لہذا اسی جال کو پاش پاش کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے استعاذہ (معوذتین / سورۃ الفلق، سورۃ الناس) کی مؤثر تدبیر کرنے کی ہدایت بخشی۔ (۸)

امام ترمذی کی ”سنن“ کا بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ فرقانِ حمید کے اس خوبصورت نظام ربط و نظم کو وہ اپنی تالیف کے فقہی مباحث کے بیان میں پیش نظر رکھتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ نہ صرف ایک باب اور دوسرے باب کی تقدیم و تاخیر ربط کا مظاہرہ کرے بلکہ احادیث اور دیگر فقہی متدلات کا اندراج بھی ایک مربوط نظام کا حصہ بن سکے۔ اس حوالے سے ”ابواب الطہارۃ تا ابواب الجنائز“ کے تناظر میں چند نظائر حسب ذیل ہیں:

۱۔ تراجم ابواب کی تقدیم و تاخیر میں باہمی ربط

قرآن حکیم کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سورتوں کی تقدیم و تاخیر بے مقصد و بے معنی نہیں ہے بلکہ ایک متناسق نظام کے تحت انھیں مختلف مقامات پر آویزاں کیا گیا ہے۔

*مثال کے طور پر سورۃ آل عمران کے انجام اور سورۃ النساء کے آغاز میں حکم تقویٰ کی مناسبت موجود ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا:

"وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ" (۹)

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ..." (۱۰)

* اسی طرح سورۃ المزلزل میں نبی کریم ﷺ کو دعوتِ حق کے نتیجے میں "واصبر علی ما یقولون..." (۱۱) کے الفاظ میں مخالفین کی جانب سے اعتراضات اور الزامات کے ماحول میں صبر کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اور اس کے مابعد سورۃ المدثر میں واضح کیا گیا، "ولربك فاصبر..." (۱۲) یعنی داعیِ حق کو دینِ حق کی دعوت میں محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر صبر و ضبط کا خوگر ہونا چاہئے۔ (۱۳) گویا اوّل الذکر سورہ میں حکم صبر، جبکہ مؤخر الذکر سورہ میں اس حکم کی وجہ اور حکمت کی توضیح ملتی ہے۔

* پھر سورۃ عبس میں ارشاد ہوتا ہے:

"كَلَامُهَا تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ فِي صُحُفٍ مَكْرُمَةٍ مَرْفُوعَةٍ مُطَهَّرَةٍ."

بایدی سفرۃ۔ کرام برۃ" (۱۳)

(یہ تو ایک یاد دہانی ہے۔ تو جو چاہے یاد دہانی حاصل کرے۔ لائق تعظیم، بلند اور

پاکیزہ صحیفوں میں، معزز باد فاکا تبوں کے ہاتھ میں۔) (۱۵)

ان آیات مبارکہ میں کلام الہی کو "تذکرۃ" یعنی یاد دہانی کہا گیا۔ یہ یاد دہانی کس کے لئے ہے!! اس کا جواب اس کے مابعد سورۃ التکویر میں "ان ہوالا ذکر للخلعین" (۱۶) کے الفاظ میں ملتا ہے۔ کہ یہ کلام تمام جہانوں کے لئے یاد دہانی / تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں مولانا امین احسن اصلاحی آیات مذکورہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان میں نبی مکرم ﷺ کو مکذبین قرآن / قرآن سے استغنی اختیار والوں سے اعراض اور بے پروائی برتنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یعنی یہ بات آپ ﷺ کے شایان شان نہیں ہے کہ آپ ﷺ ان مغروروں کے آگے خود کو اتنا جھکائیں، اور نہ ہی یہ ایسا کلام ہے کہ اس کو منت سماجت کے ساتھ پیش کیا جائے۔ کیونکہ یہ نہایت اشرف، بلند، پاکیزہ و برتر، عزیز، گراں قدر قیمتی خزانہ ہے جس کی حفاظت اللہ کے فرشتے نہایت اہتمام سے کر رہے ہیں۔ سوا گریہ لوگ اس کلام کی ناقدری کر رہے ہیں تو خود کو ہی ابدی خسارے میں مبتلا کر رہے ہیں۔ (۱۷) پھر مکذبین قرآن کی وجہ تکذیب پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھوں نے اس کلام کو کاتبوں کی کہانت اور شاعروں کی شاعری سمجھ کر رد کیا۔ (۱۸) اس تناظر میں جب اس کے مابعد سورۃ التکویر کو پڑھا اور سمجھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان مکذبین کو یہ رویت ترک کرنے کی ہدایت اور عظمت قرآن کے حوالے سے مزید تصریح و آگہی کا سامان اس سورہ مبارکہ میں ملتا ہے۔ جیسا کہ یہ الفاظ شاہد ہیں:

"انہ لقلول رسول کریم۔ ذی قوۃ عند ذی العرش مکین۔ مطاع ثم امین۔

وما صاحبکم بمجنون۔ ولقد راہ بالافق المبین۔ وما هو علی الغیب بضنین۔

وما هو بقول شیطن رجیم۔ فأین تذہبون۔ ان ہوالا ذکر للخلعین"۔ (۱۹)

(یہ ایک باعزت رسول کا لایا ہوا کلام ہے۔ وہ بڑی ہی قوت والا اور عرش والے کے نزدیک بڑا ہی بار سونخ ہے۔ اس کی بات مانی جاتی اور وہ نہایت امین بھی ہے۔ اور تمہارا یہ ساتھی کوئی خطی نہیں ہے۔ اور اس نے اس کو کھلے افق میں دیکھا ہے۔ اور یہ غیب کی باتوں کا کوئی حریص نہیں ہے۔ اور یہ کسی شیطان رجیم کا القاء نہیں ہے۔ تو تم کہاں کھوئے جاتے ہو! یہ تو بس عالم والوں کے لئے ایک یاد دہانی ہے۔) (۲۰)

سو جس طرح مذکورہ بالا امثلہ میں سور قرآنی کی تقدیم و تاخیر کے حوالے سے ایک مخصوص مناسبت اور متناسق نظام کی نشاندہی ملتی ہے، "سنن ترمذی" کے تراجم ابواب کی تقدیم و تاخیر بھی اکثر جگہوں پر ایسے ہی مربوط تعلق کا مظاہرہ کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ اس حوالے سے چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1- مثلاً "باب ماجاء في الجنب ينام قبل أن يغتسل" کے ذیل میں آخری روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں:

"عن الأسود عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم: انه كان يتوضأ قبل أن ينام" (۲۱)

(حضرت عائشہ کے واسطے سے اسود سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے وضو کر لیا کرتے تھے۔)

حدیث الباب میں حالت جنابت میں سونے سے پہلے وضو کرنے کا بیان ہے۔ اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد امام ترمذیؒ فوراً اگلا باب "باب ماجاء في الوضوء للجنب اذا اراد ان ينام" (اس بیان میں کہ جنب جب سونے لگے تو وضو کر لے) قائم کرتے ہیں۔ اور بذریعہ مستدل روایت وضوء قبل النوم للجنب کا وجوب ثابت کرتے ہیں (۲۲) مصنفؒ کا یہ اسلوب سورۃ آل عمران کی انتہاء اور سورۃ النساء کی ابتداء کے مربوط تعلق سے مستفاد معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حکم تقویٰ کی مانند ابواب مذکورہ میں موجود وضوء قبل النوم للجنب کا فقہی حکم اسی ربط مشترک کا پتہ دیتا ہے۔

2- مستدل روایت صوم یوم عرفہ کی فضیلت کا "ابواب الصوم" میں "باب ماجاء في فضل الصوم يوم عرفه" کے قیام سے بذریعہ اثبات کرنے کے بعد ان الفاظ کو رقم کرتے ہیں:

"وقد استحب اهل العلم صيام يوم عرفه الابرقة" (۲۳)

(اور علماء نے عرفہ کے دن کے روزے کو مستحب کہا ہے مگر جب عرفات میں ہو تو مستحب نہیں۔)

درج بالا رائے میں بذریعہ استثناء استحباب صوم يوم عرفه کے مطلق حکم کی تفسیر مذکور ہے۔ یعنی حجاج کے حق میں قیام عرفات کے دوران روزہ رکھنا استحباب کی بجائے کراہیت پر دلالت کرے گا۔ اسی نکتے کی مزید توضیح و اثبات کے پیش نظر امام موصوفؒ اگلا باب "باب ماجاء في كراهية صوم يوم عرفه بعرفة" کے الفاظ سے قائم کر کے دونوں ابواب کے اواخر و اوائل کو سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء کی طرح ایک دوسرے سے معنائمربوط کرتے ہیں۔ (۲۴)

3- "باب ماجاء في كراهية الحجامه للصائم" (اس بیان میں کہ روزہ دار کو پچھنے لگانا مکروہ ہے) کے آخر میں امام شافعیؒ کا قول ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے حالت صوم میں پچھنے لگانے میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھا اور ان کا استدلال اس حدیث مبارکہ سے ہے:

"واحتج بأن النبي صلى الله عليه وسلم احتجم في حجة الوداع وهو محرم صائم" (۲۵)

(اور اس حدیث کو سند لائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں روزے اور حالت احرام میں پچھنے لگائے۔)

اس کے بعد "باب ماجاء من الرخصة في ذلك" (روزے میں پچھنے لگانے کی اجازت) قائم کر کے دو روایات لائے جن میں سے پہلی روایت کے الفاظ ہیں:

"احتجم رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محرم صائم" (۲۶)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے اور وہ حالتِ احرام میں روزے سے تھے۔)

واضح ہوا کہ امام ترمذی نے امام شافعی کے مستدل سے بابِ سابق کا اختتام کیا۔ اور اُس کی انتہاء (وہو محرم صائم) اور اگلے باب کی ابتداء (میں مذکور روایتِ اولیٰ کے الفاظ، وہو محرم صائم) کو بہت عمدگی اور شائستگی سے سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء کی تقدیم و تاخیر کی طرح منظم و متناسق نظام کی لڑی میں پرو دیا۔

4- "ابواب الحج" میں "باب ماجاء من التغليظ في ترك الحج" کے قیام سے بذریعہ مستدل روایات ترکِ حج کی مذمت کا اثبات کرتے ہیں:

(۲۷) "من ملك زاداً (و) راحلةً تبليغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه أن يموت يهودياً أو نصرانياً"

(جو شخص توشہ اور سواری کا مالک ہو جو اس کو بیت اللہ تک پہنچا دے اور اس نے پھر بھی حج نہ کیا تو اس پر کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی۔) اس کے بعد اگلا باب "باب ماجاء في ايجاب الحج بالزاد والراحلة" (اس بیان میں کہ جب توشہ اور سواری ہو تو حج فرض ہے۔) کے الفاظ سے قائم کرتے ہوئے ایک باب کے اختتام اور دوسرے کے آغاز کے باہمی نظم و ربط کا التزام کرتے ہیں۔ (۲۸) دونوں ابواب میں اسباب کی موجودگی کے باوجود ترکِ حج کی مذمت / اسباب کی موجودگی میں فرضیتِ حج کے حکم مشترک کا اثبات ہو رہا ہے۔ بنا بریں اس مقام پر بھی سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء کی انتہاء و ابتداء میں حکم تقویٰ کے تعلق و مناسبت کی جھلک محسوس ہوتی ہے۔

5- تلبیہ اور قربانی کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے "باب ماجاء في فضل التلبية والنحر" قائم کرتے ہیں۔ اثباتِ ترجمہ کے لئے دو

احادیث ذکر کرتے ہیں۔ پہلی حدیث میں مذکور غریب الفاظ "العج والشج" (۲۹) کی معرفت کے پیش نظر اواخرِ باب میں اپنا قول ذکر کرتے ہیں:

"والعج هو رفع الصوت بالتلبية والشج هو نحر البدن" (۳۰)

(اور عج کہتے ہیں زور سے تلبیہ یعنی لبیک پکارنے کو اور شج کہتے ہیں اونٹ ذبح کرنے کو۔)

بعد ازاں "باب ماجاء في رفع الصوت بالتلبية" (بلند آواز سے لبیک پکارنے کے بیان میں) کے الفاظ سے عنوان قائم کرتے ہیں (۳۱) لہذا مقام ہذا پر رفع الصوت بالتلبیہ کا یہ ربط بھی سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء کی انتہاء و ابتداء سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔

6- "ابواب الجنائز" میں "باب ماجاء في تسوية القبر" (قبروں کو زمین کے برابر کر دینے کے بیان میں) کے اثبات کے بعد اواخرِ باب میں امام شافعی کا قول درج کرتے ہیں:

"قال الشافعي: أكره أن يرفع القبر إلا بقدر ما يعرف أنه قبر، لكيلا يوطأ ولا يجلس عليه" (۳۲)

(امام شافعیؒ نے کہا کہ میں قبر کو بلند کرنا مکروہ سمجھتا ہوں مگر زمین سے ایسی بلند رکھی جائے کہ پہچانی جائے تاکہ کوئی اس پر چلے اور بیٹھے نہیں۔)

پھر "باب ماجاء فی کراہیة الوطی علی القبور والجلوس علیہا (والصلوة الیہا)" (۳۳) کے الفاظ سے عنوان قائم کرتے ہیں جس سے ان کا مقصد قبروں پر چلنے، بیٹھنے اور ان کی طرف نماز پڑھنے کی کراہیت کو ثابت کرنا ہے۔ غور کیا جائے تو اس مثال میں سورۃ المزمل اور سورۃ المدثر میں موجود نظم کی عکاسی ملتی ہے۔ سورۃ المزمل میں آپ ﷺ کو صبر کرنے کا حکم دیا گیا، جبکہ صبر اختیار کرنے میں محض اللہ کی خوشنودی کا حصول اس حکم کے حوالے سے ایک اضافی ہدایت ہے جو سورۃ المدثر میں ملتی ہے۔ دونوں سور کے مابین یہی نظم و ربط "سنن ترمذی" کی مذکورہ مثال میں جھلکتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ باب اول میں محض قبور پر بیٹھنے اور چلنے کی ممانعت موجود ہے جبکہ باب آخر میں اس حکم سے متعلق ممانعتِ صلوة کا بھی حکم اضافی ملتا ہے۔

7- "باب ماجاء فی صوم یوم الجمعة" (جمعہ کے دن روزہ رکھنے کے بیان میں) کے ذیل میں متدل روایت کے بعد اواخر باب میں مسئلہ ثابتہ سے متعلق فقہی رائے کا اندراج کرتے ہیں:

"وقد استحب قوم من اهل العلم صیام یوم الجمعة وانما یکراه ان یصوم یوم الجمعة لا یصوم قبله ولا بعده" (۳۴)

(اور علماء کے ایک گروہ نے جمعہ کے دن روزہ رکھنے کو مستحب کہا ہے اور فقط جمعہ کے دن ایسے روزہ رکھنا مکروہ ہے کہ نہ اس سے ایک دن پہلے اور نہ ایک دن بعد روزہ رکھے۔)

فقہی رائے کے مطابق فقط جمعہ کے دن روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس سے پہلے یا بعد کے دن کا روزہ ملا لیا جائے تو مستحب ہے۔ اس رائے کے بعد امام ترمذیؒ "باب ماجاء فی کراہیة صوم الجمعة وحده" (اس بیان میں کہ فقط جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے) قائم کر کے درج ذیل حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

"لا یصوم احدکم یوم الجمعة الا ان یصوم قبله أو یصوم بعده" (۳۵)

(تم میں سے کوئی فقط جمعہ کے دن کا روزہ نہ رکھے بلکہ اس سے ایک دن پہلے یا بعد کا بھی ملا لے۔)

مقام ہذا پر بھی دونوں ابواب کی انتہاء و ابتداء میں مختلف انداز میں فقط صوم یوم الجمعة کی کراہیت کا اثبات ملتا ہے۔ جو کہ سورۃ عبس اور سورۃ التکویر کے ترتیبی ربط و نظم کا نفیس ترجمان محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ سورۃ عبس میں فرقانِ حمید سے استغنیٰ اختیار کرنے والوں کو عظمتِ کلام الہی سے آگاہ کیا گیا۔ اور سورۃ التکویر میں بھی اسی مضمون کا تذکرہ ایک مختلف انداز میں ملتا ہے۔

۲۔ "متدلالت سنن" کا باہمی ربط

کلام الہی کے ہر جزو/سورت کی تلاوت و فہم کی جانب توجہ کی جائے تو سور قرآنی کی مانند آیات قرآنی کی تقدیم و تاخیر میں بھی ایک منظم و متناسق نظام کا ثبوت ملتا ہے۔

*مثلاً سورۃ طہ کی مندرجہ ذیل آیات کا باہمی نظم:

"ما انزلنا عليك القرآن لتشفى - الا تذكرة قلن بخلقى" (۳۶)

(ہم نے یہ قرآن تم پر اس لئے نازل نہیں کیا ہے کہ تم مصیبت میں پڑ جاؤ۔

یہ تو ایک یاد دہانی ہے ہر اس شخص کے لئے جو ڈرے۔) (۳۷)

یعنی قرآن کوئی بوجھ نہیں بلکہ ایک نصیحت ہے۔ تھوڑی سی توجہ اور تامل سے واضح ہوتا ہے کہ ان آیات کو تعارف قرآن کے ضمن میں دو مختلف اسماء القرآن (القرآن، تذکرۃ) کا ذکر پیش کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔

* پھر سورۃ العصر کی آیات میں ایک نفیس ربط کا احساس ملتا ہے۔ اس سورہ مبارکہ کی پہلی اور دوسری آیت "والعصر - ان الانسان لفي خسر" (۲۸) میں اللہ رب العزت نے قسم/شہادت/گواہی کے ساتھ یہ اعلان جاری کیا کہ انسان خسارے میں ہے۔ "الانسان" چونکہ عام لفظ ہے جو بغیر کسی حصر اور شمار کے تمام انسانوں کو اپنے اندر شامل کرتا ہے۔ اس لئے اس مقام پر شائبہ اور ایک سوالیہ نشان پیدا ہونے کا احتمال ہے کہ کیا ہر اچھے اور برے اعمال کرنے والا انسان خسارے میں ہے؟ لہذا اس سے اگلی آیت مبارکہ "الا الذين امنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر" (۲۹) میں اللہ جل شانہ نے اس حوالے سے تصریح فرمادی کہ ان چار صفات (ایمان لانے والے، اعمال صالحہ اختیار کرنے والے، ایک دوسرے کو حق/سچ بات کی نصیحت کرنے والے اور حق کی راہ میں جو مشکلات آئیں انھیں صبر و استقامت کے ساتھ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی نصیحت کرنے والے) سے متصف انسانوں کا نام اس فہرست خسارہ میں شامل نہیں ہوگا۔

* اسی طرح سورۃ النصر کی آیات کے باہمی ربط کی تصریح کرتے ہوئے خلیل الرحمن چشتی لکھتے ہیں کہ اس سورہ مبارکہ کی پہلی آیت "اذا جاء نصر الله والفتح" (۱) میں نبی مکرم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کے احسان کا ذکر ہے۔ دوسری آیت "ورأيت الناس يبدلون في دين الله افواجا" (۲) میں اس احسان کی وضاحت ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو جو حق درجہ اسلام میں داخل ہوتے دیکھا۔ جبکہ تیسری آیت "فسبح بحمد ربك واستغفره انه كان توابا" (۳) میں تسبیح، حمد اور استغفار کی صورت میں آپ ﷺ کی ذات مبارکہ سے احسان شناسی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ (۳)

امام ترمذیؒ کی تصنیف کا مطالعہ کیا جائے تو متدلات "سنن" میں بھی اس قسم کا سبق ربط محسوس ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایک باب کے تحت ذکر کی گئی احادیث کے مابین اس رنگ نظم کی جھلک باسانی دیکھی جاسکتی ہے جو آیات قرآنی کی تقدیم و تاخیر میں موجود نظر آتی ہے۔

1- مثلاً "ابواب الطهارة" میں "باب ماجاء في الجنب ينام قبل أن يغتسل" (جنب کے بیان میں کہ بغیر نہائے سوئے رہے) کے اثبات کے لئے دو احادیث ذکر کرتے ہیں۔ پہلی حدیث کو ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں:

"عن الاسود عن عائشة قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ينام وهو جنب ولا يمس ماء" (۴۴)

(حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جایا کرتے تھے اور پانی کو ہاتھ نہ لگاتے تھے۔)

دوسری حدیث کچھ اس طرح سے ذکر کرتے ہیں:

"عن الاسود عن عائشة عن النبي صلى الله عليه وسلم: انه كان يتوضأ قبل أن ينام" (۴۵)

(حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے وضو کر لیا کرتے تھے۔)

پہلی روایت میں پانی کو نہ چھونے کا ذکر ہے اور اس میں شائبے کا احتمال ہے۔ کیونکہ وضو اور غسل دونوں میں مس ماء لازم ہے۔ لیکن امام صاحب نے ترجمۃ الباب سے اول الذکر روایت کی مراد واضح کی کہ اس حدیث میں جنب کے لئے محض غسل قبل النوم کے عدم وجوب کا بیان ہے۔ وضو قبل النوم اس حکم میں شامل نہیں ہے۔ مقصود ہذا کی مزید توضیح اور قارئین کے متوقع اشکال کو مد نظر رکھتے ہوئے دوسری روایت کا انتخاب کرتے ہیں جو کہ جنب کے لئے وضو قبل النوم کے وجوب پر دلالت کر رہی ہے۔

اندرج احادیث کا یہ طرز آیات سورۃ العصر کی تقدیم و تاخیر میں موجود مربوط تعلق کا عکاس معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس سورہ مبارکہ کی پہلی دو آیات میں بشارت الہی تمام انسانوں کے حوالے سے خسارے / نقصان کی نشاندہی ملتی ہے۔ پھر تیسری آیت مبارکہ میں کچھلی دو آیات کے اصل مقصود و مراد کی وضاحت کر دی گئی کہ کن امور کو اختیار کرنے کی بناء پر انسان اپنے لئے فلاح و نجات کو ممکن بنا سکتا ہے اور مبتلاء خسارہ ہونے سے بچ سکتا ہے! یعنی یہ واضح کیا گیا کہ جن انسانوں میں چار خصائل مذکورہ موجود ہوں گے وہ اس حکم خسارہ کے مصداق نہیں ہیں۔ اسی نظم و ربط کے تناظر میں اگر امام ترمذی کے طرز اندراج روایات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بھی اول الذکر روایت کی مراد مؤخر الذکر روایت کے اندراج سے مصرح فرمائی۔ کیونکہ پہلی روایت میں مذکور لفظ "ماء" کی عمومیت کی وجہ سے فقہی احتمال / شائبہ پیدا ہو رہا ہے کہ اس میں محض غسل قبل النوم للجنب کے عدم وجوب کا حکم موجود ہے یا وضو اور غسل، دونوں کے عدم وجوب کا بیان ہو رہا ہے! لیکن دوسری روایت کے ذریعے واضح ہو گیا کہ وضو قبل النوم للجنب اول الذکر روایت کے حکم سے خارج ہے۔

اسی طرح کہیں احادیث اور مسائل ثابتہ بالحدیث سے متعلق مختلف فقہی آراء کے اندراج میں آیات قرآنی کے باہمی ربط کی ترجمانی محسوس ہوتی ہے۔

1- اس کی مثال "ابواب العیدین" میں "باب ماجاء في الأكل يوم الفطر قبل الخروج" کے ذیل میں روایات و آراء کی تقدیم و تاخیر

سے ملتی ہے۔ اثبات مسئلہ کے لئے پہلی روایت ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يخرج يوم الفطر حتى يطعم ولا يطعم يوم الأضحي حتى يصلي" (٣٦)

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے روز اس وقت تک نہیں نکلتے تھے جب تک کچھ کھانہ لیتے تھے۔ اور عید الاضحیٰ کے روز اس وقت تک نہیں کھاتے تھے جب تک نماز نہیں پڑھ لیتے تھے۔)

روایت مذکورہ کے بعد امام صاحب فقہی رائے درج کرتے ہیں۔ جس سے نہ صرف مسئلہ ثابت بالحديث کا استحباب بیان کرتے ہیں بلکہ اس حوالے سے بھی راہنمائی فراہم کرتے ہیں کہ عید گاہ کی طرف جانے سے قبل کیا تناول کیا جائے؟:

"وقد استحَب قوم من اهل العلم أن لا يخرج يوم الفطر حتى يطعم شيئاً ويستحب له أن يفطر على تمر ولا يطعم يوم الأضحي حتى يرجع" (٣٧)

(اور اہل علم سے ایک قوم نے اس کو مستحب کہا ہے کہ عید الفطر کے روز بغیر کچھ کھائے نہ نکلے، کھجور سے افطار (بمعنی تناول) کرنے کو اور یہ کہ عید الاضحیٰ میں کچھ نہ کھائے جب تک نماز نہ پڑھ لے۔)

پھر مصنف ایک اور روایت ذکر کرتے ہیں کہ جس سے ان کا مقصود اکل تمر کے حوالے سے ذکر کی گئی رائے کے ماخذ کا بیان ہے:

"أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يفطر على تمرات يوم الفطر قبل أن يخرج إلى المصلى" (٣٨)

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم فطر کے روز عید گاہ جانے سے قبل کئی کھجوروں سے افطار (بمعنی تناول) کرتے تھے۔)

درج بالا روایات وآراء کا اندراج فہم مسئلہ (طعام يوم الفطر) میں اسی طرح تدریجی راہنمائی کا مکمل فائدہ دیتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ جس طرح سورۃ النصر میں نصرت الہی سے متعلق تدریجی صراحت مذکور ہے۔

2- "ابواب الزکوۃ" میں "باب ما جاء من لا تحل له الصدقة" کے ذریعے یہ ثابت کرتے ہیں کہ کن لوگوں کو زکوۃ لینا جائز نہیں ہے؟ استدلال کے لئے پہلی روایت ان الفاظ میں لائے:

"لا تحل الصدقة لغني ولا لذي مرة سوي" (٣٩)

(امیر اور قوی تندرست کو زکوۃ لینا حلال نہیں۔)

ایک اور طریق سے اس روایت کو بیان کرتے ہیں:

"لا تحل المسألة لغني ولا لذي مرة سوي" (٤٠)

(امیر اور قوی تندرست کو سوال کرنا حلال نہیں۔)

ان مرویات سے مصنفؒ نے لوگوں کی اُن دو اقسام کو بیان کیا جن کے لئے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔ بعد ازاں مصنفؒ اہل علم کی رائے کے ذریعے ثابت کرتے ہیں کہ قوی تندرست شخص اگر مفلسی و محتاجی کا شکار ہو جائے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے لیکن اس شخص کو سوال جائز نہیں ہے:

"واذا كان الرجل قويا محتاجا ولم يكن عنده شيء ففتصدق عليه أجزأ عن المتصدق عند اهل العلم ووجه هذا الحديث عند بعض اهل العلم (على المسألة) (۵۱)"

(اور جب آدمی قوی مگر محتاج ہو اور اس کے پاس کچھ نہ ہو۔ اور کوئی اس کو زکوٰۃ دے دے تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو گئی اور بعض اہل علم کے نزدیک اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس کو سوال جائز نہیں۔)

فقہی رائے میں قوی شخص کی حالت مفلسی کو مستثنیٰ کیا گیا۔ اور مانعیت سوال کا بیان بھی۔ اس کے بعد امام صاحبؒ ایک اور حدیث ذکر کرتے ہیں جس سے نہ صرف مذکورہ بالا روایت و رائے میں موجود مسئلہ سوال کی توضیح و تفسیر، بلکہ اندراج روایات و آراء میں ایک شائستہ ربط کا بھی ثبوت ملتا ہے:

"انما أعرابي فأخذ بطرف ردأ فسأله أياها فأعطاه وذهب فعند ذلك حرمت المسألة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أن المسألة لا تحل لغني ولا لذي مرة سوى الذي فقر مدقع أو غرم مفضح" (۵۲)

(ایک اعرابی آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا کونہ پکڑ لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو عطا کیا اور وہ چلا گیا۔ اُسی وقت سوال حرام ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ نے فرمایا، بے شک امیر اور قوی تندرست کو سوال کرنا جائز نہیں سوائے فقیر خاکسار یا سخت حاجت والے کو۔)

اس مثال میں بھی تحل الزکوٰۃ والمسألة (زکوٰۃ اور سوال کا حلال ہونا) کے مسئلہ میں فقہی اعتبار سے اسی تدریجی ربط کی توضیح محسوس ہوتی ہے جو سورۃ النصر کی آیات میں نصرت و فتح خداوندی کے حوالے سے موجود ہے۔

3۔ "ابواب الحج" میں بطح (بطحاء مکہ) میں اُترنے کے حوالے سے "باب ما جاء في نزول الأبطح" کا عنوان قائم کرتے ہیں۔ پہلی روایت کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اذیلین خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے نزول ابطح کا ذکر کرنے کے بعد قول امام شافعیؒ کا اندراج کرتے ہیں:

"قال الشافعي: ونزول الأبطح ليس من النسك في شيء انما هو منزل نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم" (۵۳)

(امام شافعیؒ نے کہا: ابطح میں اترنا مناسک حج میں داخل نہیں ہے۔ وہ تو ایک منزل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اترے ہیں۔)

قول مذکورہ سے عند الحج نزول ابطح کا عدم وجوب / عدم لزوم ثابت ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد مصنفؒ جس روایت کو بطور مستدل تحریر کرتے ہیں۔ اس کا نفس مضمون بھی اسی اثبات پر دلالت کرتا ہے:

"عن ابن عباس قال: ليس التحصيص بشيء إنما هو منزل نزل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ابو عيسى: التحصيص نزول الأبطح" (۵۴)

(حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ ابطح میں اترا نا کچھ واجب نہیں۔ وہ تو ایک منزل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اترے تھے۔ ابو عیسیٰ نے کہا: تحصیب کے معنی ابطح میں اترنے کے ہیں۔)

اس مقام پر بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مصنفؒ نے فقہی رائے اور حدیث الباب کو اسی حکمتِ عمدہ سے مربوط کیا جو کہ سورۃ طہ کی ابتدائی آیات کی تقدیم و تاخیر میں ملتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے اندراج قولِ امام شافعی کے بعد روایتِ ابن عباسؓ میں اپنی رائے کے ذریعے بتصریح التحصیب، نزولِ ابطح کے مترادف لفظ (التحصیب) کی وضاحت فرمادی۔ تاکہ دونوں مستدلّات کے ظاہر الفاظ سے قارئین کے حق میں کسی فقہی اشکال کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ لہذا مستدلّات بالا کی یہ تقدیم و تاخیر بالکل اسی طرح ان مترادفات کے تعارفی ربط کو ظاہر کر رہی ہے، جس طرح سورۃ طہ کی پہلی آیت میں تعارفِ قرآن حکیم کے ضمن میں القرآن جبکہ اس سے ملحق دوسری آیت میں تذکرۃ کے ذریعے دو مختلف اسماء القرآن کے تعارفی نظم کا ثبوت ملتا ہے۔

خلاصہ بحث

امام ترمذیؒ نے قرآنی اسلوبِ نظم کو اختیار کرتے ہوئے اپنی ”سنن“ میں تراجم ابواب، احادیث اور فقہاء امت کے اقوال و آراء کو خاص فقہی نظم کے ساتھ پیش کیا۔ جس سے عنوانات ابواب اور مستدلّات کا باہم مربوط تعلق فقہی احکام و مسائل کے تدریجی و تکمیلی فہم میں معاون ہونے کے ساتھ ساتھ اس تصنیف کو سنن اربعہ میں ایک بلند فقہی انفرادیت سے نوازتا ہے۔ مصنفؒ کا یہ ترتیبی و تدوینی اسلوب، نہ صرف اسلوبِ نظم قرآن کا عکاس و ترجمان ہے بلکہ محدثین و فقہاء کو تالیف و تدوین کے حوالے سے ایک راہنما اصول بھی فراہم کرتا ہے، کہ جس طرح نبی مکرم ﷺ نے قرآن و سنت کے احکامات و دوسروں تک پہنچانے کی غرض سے مخاطبین کی ذہنی سطح کو مد نظر رکھا اور نفسیاتی حکمت کے تحت تدریج کا اصول اپنایا۔ بالکل اُسی طرح اس حکمت کو حدیث و فقہ/فقہ الحدیث کے میدانِ علم میں بھی ملحوظ رکھا جائے۔ تاکہ عوام الناس باسانی احکاماتِ دین کا فہم حاصل کرتے ہوئے اپنی ذات کو عملی اطلاق کے لئے تیار کر سکیں۔ گویا امام ترمذیؒ نے فرامینِ محمدی ﷺ کو اسلوبِ فرامینِ محمدی ﷺ کی روشنی میں ہی بیان کیا جو کہ ان کی تالیفی و تدوینی نفاست کی ایک عمدہ دلیل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ فراجی، حمید الدین، رسائل امام الفراجی، لاہور: انجمن خدام القرآن، ۱۹۷۳ء، ص ۸۷

۲۔ الفاتحہ: ۱: ۷۵ تا ۷۷

۳۔ البقرہ: ۲: ۲

۴۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ج ۱، لاہور: فاران فاؤنڈیشن، ۲۰۰۹ء، ص ۷۱

۵۔ الکوثر ۱: ۱۰۸

۶۔ ایضاً: ۲

۷۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ج ۸، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، ۲۰۰۸ء، ص ۸۷

۸۔ ایضاً، ص ۸۵۵

۹۔ آل عمران ۲: ۲۰۰

۱۰۔ النساء: ۴

۱۱۔ المزل ۱۰: ۷۳

۱۲۔ المدثر ۷: ۷۴

۱۳۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ج ۸، ص ۶۱۲

۱۴۔ عبس ۱۱: ۱۵۴

۱۵۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ج ۹، ص ۱۹۴

۱۶۔ التکوید ۲: ۸۱

۱۷۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ج ۹، خلاصہ ص ۲۰۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۱۶

۱۹۔ التکوید ۸۱: ۲۱۹ تا ۲۷۷

۲۰۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ج ۹، ص ۲۱۸

۲۱۔ ترمذی، امام، جامع، ابواب الطہارۃ، باب ماجاء فی الجنب ینام قبل ان یغتسل، رقم الحدیث ۱۱۹

۲۲۔ ایضاً، باب ماجاء فی الوضوء للجنب اذ اراد ان ینام، رقم الحدیث ۱۲۰

۲۳۔ ایضاً، ابواب الصوم، باب ماجاء فی فضل الصوم یوم عرفۃ، رقم الحدیث ۴۹۷

۲۴۔ ایضاً، باب ماجاء فی کراہیۃ صوم یوم عرفۃ بعرفۃ، رقم الحدیث ۵۵۰، ۵۵۱

۲۵۔ ایضاً، باب ماجاء فی کراہیۃ الحجۃ للصائم، رقم الحدیث ۷۷۴

۲۶۔ ایضاً، باب ماجاء من الرخصۃ فی ذلک، رقم الحدیث ۷۷۵

۲۷۔ ایضاً، ابواب الحج، باب ماجاء من التغلیظ فی ترک الحج، رقم الحدیث ۸۱۲

۲۸۔ ایضاً، باب ماجاء فی ایجاب الحج بالزاد والراحۃ، رقم الحدیث ۸۱۳

۲۹۔ ایضاً، باب ماجاء فی فضل التلبیۃ والنحر، رقم الحدیث ۸۲۷

۳۰۔ ایضاً، رقم الحدیث ۸۲۸

۳۱۔ ایضاً، باب ماجاء فی رفع الصوت بالتلبیۃ، رقم الحدیث ۸۲۹

۳۲۔ ایضاً، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی تسوید القبر، رقم الحدیث ۱۰۴۹

۳۳۔ ایضاً، باب ماجاء فی کراهية الوطئ علی القبور والجلوس علیها والصلوة اليها، رقم الحديث ۱۰۵۰

۳۴۔ ایضاً، ابواب الصوم، باب ماجاء فی صوم يوم الجمعة، رقم الحديث ۷۴۲

۳۵۔ ایضاً، باب ماجاء فی کراهية صوم الجمعة وحده، رقم الحديث ۷۴۳

۳۶۔ ظلہ ۲۰: ۳، ۲

۳۷۔ مودودی، ابوالاعلیٰ سید، تفہیم القرآن، ج ۳، لاہور: آرمی ایجوکیشن پریس، ۱۹۹۹ء، ص ۸۷

۳۸۔ العصر: ۱۰۳، ۲

۳۹۔ ایضاً: ۳

۴۰۔ العصر: ۱۱۰، ۱

۴۱۔ ایضاً: ۲

۴۲۔ ایضاً: ۳

۴۳۔ چشتی، خلیل الرحمن، قرآنی سورتوں کا نظم جلی، لاہور: دارالکتب السلفیہ، ۲۰۱۲ء، ص ۴۱۷

۴۴۔ ترمذی، امام، جامع، ابواب الطسارۃ، باب ماجاء فی الجنب ینام قبل ان یتغسل، رقم الحديث ۱۱۸

۴۵۔ ایضاً، رقم الحديث ۱۱۹

۴۶۔ ایضاً، ابواب العیدین، باب ماجاء فی الاکل يوم الفطر قبل الخروج، رقم الحديث ۵۴۲

۴۷۔ ایضاً

۴۸۔ ایضاً، رقم الحديث ۵۴۳

۴۹۔ ایضاً، ابواب الزکوۃ، باب ماجاء من لا تحل له الصدقة، رقم الحديث ۶۵۲

۵۰۔ ایضاً

۵۱۔ ایضاً

۵۲۔ ایضاً، رقم الحديث ۶۵۳

۵۳۔ ایضاً، ابواب الحج، باب ماجاء فی نزول الاطبخ، رقم الحديث ۹۲۱

۵۴۔ ایضاً، رقم الحديث ۹۲۲